

حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
میں دیکھتا ہوں کہ جن وانس کے شیطان عمر سے بھاگتے ہیں

”عمر بن خطاب میرے ساتھ ہوتا ہے جہاں میں پسند کرتا ہوں
اور میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں جہاں وہ پسند کرتا ہے
اور میرے بعد عمر بن خطاب جہاں ہو گا حق اس کے ساتھ رہے گا“ (الحدیث)

سکینت حضرت عمرؓ کی زبان اور دل پر جاری ہوتی ہے۔ (حضرت علیؓ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کے بارے میں فرمایا
یہ دونوں جنت کے اولین اور آخرین کے تمام بڑی عمر کے لوگوں کے سردار ہیں
سوائے انبیاء اور مرسلین کے

آنحضرت ﷺ کے عظیم المرتبت خلیفہ راشد فاروق اعظم
حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اوصاف حمیدہ کا تذکرہ

پانچ مرحومین مکرم کامران احمد صاحب شہید آف پشاور، ڈاکٹر مرزا نبیر احمد صاحب اور ان کی اہلیہ
مکرمہ عائشہ عنبر سید صاحبہ آف امریکہ، مکرم چودھری نصیر احمد صاحب آف کراچی
اور مکرمہ سرداراں بی بی صاحبہ آف دارالرحمت غربی ربوہ کا ذکر خیر اور نماز جنازہ غائب

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ 12 نومبر 2021ء بمطابق 12 نبوت 1400 ہجری شمسی

بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یو کے

أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ۔

أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ۔ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ﴿١﴾

الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿٢﴾ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ﴿٣﴾ مَلِكِ يَوْمِ الدِّينِ ﴿٤﴾ إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ ﴿٥﴾
 إِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ ﴿٦﴾ صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۗ غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ ﴿٧﴾

گذشتہ خطبات میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر ہو رہا تھا۔ آج بھی وہی ہے۔

حضرت حفصہ بنت عمرؓ

حضرت عمرؓ کی دنیا سے بے رغبتی اور زہد

کا ذکر کرتے ہوئے بیان فرماتی ہیں کہ انہوں نے ایک دفعہ اپنے والد بزرگوار سے کہا اے امیر المؤمنین! اور ایک روایت میں یہ ہے کہ اس طرح مخاطب کیا کہ اے میرے باپ! اللہ نے رزق کو وسیع کیا ہے اور آپ کو فتوحات عطا کی ہیں اور کثرت سے مال عطا کیا ہے کیوں نہ آپ اپنے کھانے سے زیادہ نرم غذا کھایا کریں اور اپنے اس لباس سے زیادہ نرم لباس پہنا کریں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا میں تم سے ہی اس امر کا فیصلہ چاہوں گا۔ کیا تمہیں یاد نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو زندگی میں کتنی سختیاں گزاریں پڑیں۔ راوی کہتے ہیں کہ آپؐ مسلسل حضرت حفصہؓ کو یہ یاد دلاتے رہے یہاں تک کہ حضرت حفصہؓ کو رلا دیا۔ پھر حضرت عمرؓ نے فرمایا: اللہ کی قسم! جہاں تک مجھ میں طاقت ہوگی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر کی زندگیوں کی سختی میں شامل رہوں گا تا کہ شاید میں ان دونوں کی راحت کی زندگی میں بھی شریک ہو جاؤں۔

ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ حضرت عمرؓ نے حضرت حفصہؓ سے کہا کہ اے حفصہ بنت عمر! تم نے اپنی قوم کی خیر خواہی تو کی ہے لیکن اپنے باپ کی خیر خواہی نہیں کی۔ تم نے مجھے یہ مشورہ دیا کہ یہ ہوگا تو قوم کی بہتر خدمت کروں گا لیکن میری خیر خواہی نہیں ہے۔ اور پھر فرمایا کہ میرے خاندان والوں کا صرف میری جان اور میرے مال پر حق ہے لیکن میرے دین اور میری امانت میں ان کا کوئی حق نہیں۔
 (الطبقات الكبرى لابن سعد الجزء الثالث صفحہ ۱۳۸ ذکر ہجرت عبر بن الخطاب مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱۹۹۶ء)

یعنی جو امانت میں ادا کر رہا ہوں اور جس طرح ادا کر رہا ہوں، اس میں مجھے تمہیں کچھ کہنے کی ضرورت نہیں۔ اس بات میں، اس بارے میں کہنا تمہارا کوئی حق نہیں۔

حضرت عکرمہ بن خالدؓ بیان کرتے ہیں کہ حضرت حفصہؓ اور حضرت عبد اللہؓ اور ان کے علاوہ کچھ اور لوگوں نے حضرت عمرؓ سے بات کرتے ہوئے کہا۔ اگر آپؓ زیادہ عمدہ غذا کھائیں تو حق کے لیے کام

کرنے پر آپؐ زیادہ قوی ہو جائیں گے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ کیا تم سب کی یہی رائے ہے تو انہوں نے کہا ہاں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ میں تمہاری خیر خواہی سمجھ گیا ہوں لیکن میں نے اپنے دونوں دوستوں یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکرؓ کو اس راستے پر چھوڑا ہے کہ اگر میں نے ان دونوں کا وہ راستہ چھوڑ دیا تو میں ان دونوں سے منزل میں نہیں مل سکوں گا۔

(تاریخ الخلفاء از جلال الدین سیوطی صفحہ ۱۰۱ عبرین خطاب مطبوعہ دارالکتب العربی بیروت لبنان ۱۹۹۹ء)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ خوف و خطر کا زمانہ تھا۔

اس وقت جو آپ نے مسلمانوں کو احکام دیے تھے ہم ان سے سبق حاصل کر سکتے ہیں۔ آپ کا اپنا طریق بھی یہ تھا اور ہدایت بھی آپ نے یہ کر رکھی تھی کہ ایک سے زیادہ سالن استعمال نہ کیا جائے۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے ایک خطبہ میں تحریک جدید کے سلسلہ میں ہی یہ ذکر کر رہے ہیں۔ بہر حال فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت تھی کہ ایک سے زیادہ سالن استعمال نہ کیا جائے اور اس پر اتنا زور دیتے تھے کہ بعض صحابہ نے اس میں غلو کر لیا۔ انتہا سے بڑھ گئے۔ چنانچہ ایک دفعہ حضرت عمرؓ کے سامنے سرکہ اور نمک رکھا گیا تو آپؐ نے فرمایا کہ یہ دو کھانے کیوں رکھے گئے ہیں جبکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف ایک کھانے کا حکم دیا ہے۔ آپؐ سے عرض کیا گیا، لوگوں نے حضرت عمرؓ کو کہا یہ دو نہیں بلکہ نمک اور سرکہ دونوں مل کر ایک سالن ہوتا ہے۔ مگر آپؐ نے کہا نہیں۔ یہ دو ہیں۔ اگرچہ حضرت عمرؓ کا یہ فعل رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے جذبہ کی وجہ سے غلو کا پہلو رکھتا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ غالباً رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ منشا نہ تھا لیکن اس مثال سے یہ ضرور پتہ چلتا ہے کہ آپؐ نے دیکھ کر کہ مسلمانوں کو سادگی کی ضرورت ہے اس کی کس قدر تاکید کی تھی۔ حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ والا مطالبہ میں نہیں کرتا اور یہ نہیں کہتا کہ نمک ایک سالن ہے اور سرکہ دوسرا مگر یہ مطالبہ کرتا ہوں کہ آج سے تین سال کے لیے جس کے دوران میں ایک ایک سال کے بعد دوبارہ اعلان کرتا رہوں گا تا کہ اگر ان تین سالوں میں حالت خوف بدل جائے تو احکام بھی بدلے جا سکیں۔ ہر احمدی جو اس جنگ میں ہمارے ساتھ شامل ہونا چاہے یہ اقرار کرے کہ وہ آج سے صرف

ایک سالن استعمال کرے گا۔ روٹی اور سالن یا چاول اور سالن۔ یہ دو چیزیں نہیں بلکہ دونوں مل کر ایک ہوں گے لیکن روٹی کے ساتھ دو سالن ہوں یا چاولوں کے ساتھ دو سالنوں کی اجازت نہ ہوگی۔
(ماخوذ از خطبات محمود جلد 15 صفحہ 426)

یہ اس زمانے کی بات ہے جب تحریک جدید کا اعلان فرمایا تھا اور اس وقت جماعت کو ضرورت تھی تو تحریک کی کہ اپنے خرچے کم کر کے چندہ دو۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اب حالات مختلف ہیں۔ اس لیے یہ پابندی نہیں ہے لیکن پھر بھی اسراف سے کام نہیں لینا چاہیے۔

حضرت مصلح موعود آیت وَالَّذِينَ إِذَا أَنْفَقُوا لَمْ يُسْرِفُوا وَلَمْ يَقْتُرُوا وَكَانَ بَيْنَ ذَلِكَ قَوَامًا (الفرقان: ۶۸) کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر کوئی عبدالرحمن بنا چاہے تو اس کے لیے یہ بھی شرط ہے کہ وہ اپنا مال خرچ کرتے وقت دو باتوں کا لحاظ کرے۔ اول یہ کہ وہ اپنے مال میں اسراف نہ کرے۔ اس کا کھانا صرف تکلف اور مزے کے لیے نہیں ہوتا بلکہ قوت طاقت اور بدن کو قائم رکھنے کے لیے ہوتا ہے۔ اس کا پہننا آرائش کے لیے نہیں ہوتا بلکہ بدن کو ڈھانکنے اور خدا تعالیٰ نے جو اسے حیثیت دی ہے اس کے محفوظ رکھنے کے لیے ہوتا ہے۔ چنانچہ صحابہ کا طرز عمل بتاتا ہے کہ وہ اسی طرح کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت عمرؓ ایک دفعہ ملک شام کو تشریف لے گئے وہاں بعض صحابہ نے ریشمی کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ (ریشمی کپڑوں سے مراد وہ کپڑے ہیں جس میں کسی قدر ریشم تھا ورنہ خالص ریشم کے کپڑے سوائے کسی بیماری کے مردوں کو پہننے منع ہیں۔ حضرت عمرؓ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا کہ ان لوگوں پر خاک پھینکو یعنی بُرا منایا اور ان سے کہا کہ تم اب ایسے آسائش پسند ہو گئے ہو کہ ریشمی کپڑے پہنتے ہو۔ اس پر ان صحابہ میں سے ایک نے کرتہ اٹھا کر دکھایا تو معلوم ہوا کہ اس نے نیچے موٹی اون کا سخت کرتہ پہنا ہوا تھا۔ اس نے حضرت عمرؓ کو بتایا کہ ہم نے ریشمی کپڑے اس لیے نہیں پہنے کہ ہم ان کو پسند کرتے ہیں بلکہ اس لیے کہ اس ملک کے لوگوں کی طرز ہی ایسی ہے۔ اور یہ بچپن سے ایسے امراء کو دیکھنے کے عادی ہیں جو نہایت شان و شوکت سے رہتے تھے۔ پس ہم نے بھی ان کی رعایت سے اپنے لباسوں کو ملکی سیاست کے طور پر بدلا ہے ورنہ ہم پر ان کا کوئی اثر نہیں۔ پس صحابہ کا عمل بتاتا ہے کہ اسراف سے کیا مراد ہے۔ اس سے یہی مراد ہے کہ مال ایسی اشیاء پر نہ خرچ کرے جن کی ضرورت نہیں اور جن کا مدعا صرف آرائش اور زیبائش ہو۔ غرض خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ

عباد الرحمن وہ ہوتے ہیں جو اپنے مالوں میں اسراف نہیں کرتے۔

جو مالوں میں اسراف نہ کرتے ہوں وہ اپنے مالوں کو ریا اور دکھاوے کے لیے خرچ نہ کرتے ہوں بلکہ فائدہ اور نفع کے لیے صرف کرتے ہوں۔ پھر اپنے مالوں کو ایسی جگہ دینے سے نہ روکیں جہاں دینا ضروری ہو اور ان کا توام ہو یعنی درمیانی ہو (اس فائدہ کا ذریعہ بن رہا ہو۔) نہ اپنے مالوں کو اس طرح لوٹائیں جو اللہ تعالیٰ کی منشا کے ماتحت نہ ہو اور نہ اس طرح روکیں کہ جائز حقوق کو بھی ادا نہ کریں۔ یہ دو شرطیں عباد الرحمن کے لیے مال خرچ کرنے کے متعلق ہیں لیکن بہت لوگ ہیں جو یا تو اسراف کی طرف چلے جاتے ہیں یا بخل کی طرف چلے جاتے ہیں۔

(ماخوذ از خطبات محمود جلد 5 صفحہ 43)

حضرت عمرؓ دکھاوے اور شان و شوکت والے لباس کے اس قدر خلاف تھے

کہ مفتوح دشمن کے لیے بھی یہ پسند نہیں کرتے تھے کہ وہ کوئی ایسا لباس پہن کے ان کے سامنے آئے جو شان و شوکت والا ہو۔ چنانچہ فارسیوں کے سپہ سالار ہُرْمُزَان کے واقعہ میں اس کی تفصیل ملتی ہے۔ یہ تفصیل تو میں پہلے بیان کر چکا ہوں۔ اس جگہ میں کچھ تھوڑا سا حصہ واضح کرنے کے لیے بیان کرتا ہوں۔

جب تَنْشُر کی فتح کے وقت فارسیوں کے سپہ سالار ہُرْمُزَان نے ہتھیار پھینک دیے اور خود کو مسلمانوں کے حوالے کر دیا اور اسے حضرت عمرؓ کی خدمت میں مدینہ بھیج دیا گیا تو مدینہ میں داخل ہونے سے پہلے جو مسلمان لے جانے والے تھے انہوں نے اسے اس کا ریشمی لباس پہنا دیا تا کہ حضرت عمرؓ اور مسلمان اس کی اصل ہیئت کو دیکھ سکیں۔ جب حضرت عمرؓ کے سامنے وہ آیا تو حضرت عمرؓ نے پوچھا کیا ہُرْمُزَان ہے؟ لوگوں نے کہا ہاں۔ تو حضرت عمرؓ نے اس کو اور اس کے لباس کو بغور دیکھا اور کہا

میں آگ سے اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آتا ہوں اور اللہ سے مدد مانگتا ہوں۔

قافلہ کے لوگوں نے کہا کہ یہ ہُرْمُزَان ہے۔ اس سے بات کر لیں۔ آپ نے کہا ہرگز نہیں یہاں تک کہ وہ اپنا زرق برق لباس اور زیورات اتار دے۔ یہ سب کچھ اتار گیا اور پھر حضرت عمرؓ نے اس سے بات کی۔

(ماخوذ از سیرت امیر المومنین عمر بن خطاب از الصلابی صفحہ 424 تا 425 دار المعرفہ بیروت 2007ء)

حضرت عمرؓ کی عاجزی اور تقویٰ کے معیار

کے بارے میں اس بات سے اندازہ ہوتا ہے۔ حضرت عمرو بن زبیرؓ سے روایت ہے کہ میں نے عمر بن خطابؓ کو کندھے پر پانی کا ایک مشکیزہ اٹھائے ہوئے دیکھا تو میں نے کہا: اے امیر المؤمنین! آپ کے لیے یہ مناسب نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا کہ جب وفد اطاعت اور فرمانبرداری کا مظاہرہ کرتے ہوئے میرے پاس آئے، مختلف قوموں کے وفد جب اطاعت کا مظاہرہ کرتے ہوئے آئے تو میرے دل میں اپنی بڑائی کا احساس ہوا۔ اس لیے میں نے اس بڑائی کو توڑنا ضروری سمجھا۔

(سیرت عمر بن الخطاب از علی محمد الصلابی صفحہ ۱۲۲ دار المعرفۃ بیروت ۲۰۰۷ء)

یہ بڑائی کیوں پیدا ہوئی؟ اس لیے میں نے سوچا کہ میں پھر اس کو اس طرح توڑوں کہ پانی کا مشکیزہ اٹھا کے لے کے جاؤں۔

حضرت یحییٰ بن عبد الرحمن بن حاطبؓ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ہم لوگ حضرت عمر بن خطابؓ کے ساتھ مکہ سے قافلے کی صورت میں واپس آرہے تھے یہاں تک کہ ہم ضجنان کی گھاٹیوں میں پہنچے تو لوگ رک گئے۔ ضجنان مکہ سے پچیس میل کے فاصلہ پر ایک مقام کا نام ہے۔ کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا مجھے اس جگہ پر وہ وقت بھی یاد ہے جب میں اپنے والد خطاب کے اونٹ پر ہوتا تھا اور وہ بہت سخت طبیعت کے انسان تھے۔ ایک مرتبہ میں ان اونٹوں پر لکڑیاں لے کر جاتا تھا اور دوسری مرتبہ ان پر گھاس لے کر جاتا تھا۔ آج میرا یہ حال ہے کہ لوگ میرے علاقے کے دور دراز میں سفر کرتے ہیں اور میرے اوپر کوئی نہیں۔ یعنی میں ایک وسیع و عریض علاقے کا حاکم ہوں جس میں لوگ دور دور تک سفر کرتے ہیں اور مجھ سے ملنے آتے ہیں اور میرے اوپر دنیا کا کوئی حکمران نہیں ہے جو مجھ پر حکومت کرتا ہو۔ پھر یہ شعر پڑھا۔

لَا شَيْءَ فِيمَا تَرَى إِلَّا بِشَاشَتِهِ

يَبْقَى إِلَهِهُ وَيُودِي الْبَالِ وَالْوَلَدِ

یعنی جو کچھ تمہیں نظر آتا ہے اس کی کوئی حقیقت نہیں سوائے ایک عارضی خوشی کے۔ صرف خدا کی ذات باقی رہے گی جبکہ مال اور اولاد فنا ہو جائے گی۔

(الطبقات الكبرى لابن سعد الجزء الثالث صفحہ ۲۰۲ عمر بن الخطاب مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱۹۹۰ء)

(فتح الباری جلد 2 صفحہ 144 مطبوعہ قدیمی کتب خانہ آرام باغ کراچی)

حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس بارے میں فرماتے ہیں ”حضرت عمرؓ حج سے آتے ہوئے ایک درخت کے پاس کھڑے ہو گئے۔ حذیفہ جو بے تکلف تھا اس نے جرأت کی اور وجہ پوچھی آپؓ نے فرمایا کہ ایک وقت تھا کہ جب میں اپنے ایک اونٹ کو چراتا تھا اور اس درخت کے نیچے میرے والد نے مجھے بہت زجر و توبیخ کی تھی اور اب یہ وقت ہے کہ اونٹ تو کیا کئی لاکھ آدمی میری آنکھ کے اشارے پر جان دینے کو تیار ہیں۔“

(حقائق الفرقان جلد سوم صفحہ 326)

اس بارے میں حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں ”کیا یہ تعجب کی بات نہیں کہ اونٹوں کے چرانے والا ایک شخص عظیم الشان بادشاہ بن گیا اور صرف دنیاوی بادشاہ نہیں بنا بلکہ روحانی بھی۔ یہ حضرت عمرؓ تھے جو ابتدائے عمر میں اونٹ چرایا کرتے تھے۔ ایک دفعہ آپ حج کو گئے تو راستہ میں ایک مقام پر کھڑے ہو گئے۔ دھوپ بہت سخت تھی جس سے لوگوں کو بہت تکلیف ہوئی لیکن کوئی یہ کہنے کی جرأت نہ کرتا کہ آپؓ یہاں کیوں کھڑے ہیں۔ آخر ایک صحابی کو جو حضرت عمرؓ کے بڑے دوست تھے اور جن سے آپ فتنہ کے متعلق پوچھا کرتے تھے لوگوں نے کہا کہ آپ ان سے پوچھیں، حضرت عمرؓ سے پوچھیں“ کہ یہاں کیوں کھڑے ہیں؟ انہوں نے حضرت عمرؓ سے عرض کیا کہ آگے چلئے یہاں کیوں کھڑے ہو گئے ہیں۔“ حضرت عمرؓ نے ”فرمایا کہ میں یہاں اس لئے کھڑا ہوا ہوں کہ ایک دفعہ میں اونٹ چرانے کی وجہ سے تھک کر اس درخت کے نیچے لیٹ گیا تھا۔ میرا باپ آیا اور اس نے مجھے مارا کہ کیا تجھے اس لئے بھیجا تھا کہ وہاں جا کر سو رہنا۔ تو ایک وقت میں میری یہ حالت تھی لیکن میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو قبول کیا تو خدا تعالیٰ نے مجھے یہ درجہ دیا کہ آج اگر لاکھوں آدمیوں کو کہوں تو وہ میری جگہ جان دینے کو تیار ہیں۔ اس واقعہ سے اور نیز اس قسم کے اور بہت سے واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہؓ کس حالت میں تھے اور رسول کریمؐ کی اتباع سے ان کی کیا حالت ہو گئی اور انہوں نے وہ درجہ اور علم پایا جو کسی کو حاصل نہ تھا۔“ حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ ”یہ قصہ میں نے اس لئے سنایا ہے کہ دیکھو ایک اونٹ چرانے والے کو دین اور دنیا کے وہ وہ علم سکھائے گئے جو کسی کو سمجھ نہیں آسکتے۔ ایک طرف اونٹ یا بکریاں چرانے کی حالت کو دیکھو کیسی علم سے دور معلوم ہوتی ہے اور دوسری طرف

اس بات پر غور کرو کہ

اب بھی جبکہ یورپ کے لوگ ملک داری کے قوانین سے نہایت واقف اور آگاہ ہیں
حضرت عمرؓ کے بنائے ہوئے قانون کو عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔

ایک اونٹ کا چرواہا اور سلطنت کیا تعلق رکھتے ہیں؟ لیکن دیکھو کہ انہوں نے وہ کچھ کیا کہ آج دنیا ان
کے آگے سر جھکاتی ہے اور ان کی سیاست دانی کی تعریف کرتی ہے۔ پھر دیکھو حضرت ابو بکرؓ ایک معمولی
تاجر تھے لیکن اب دنیا حیران ہے کہ ان کو یہ فہم، یہ عقل اور یہ فکر کہاں سے مل گیا۔ میں بتاتا ہوں کہ ان کو
قرآن شریف سے سب کچھ ملا۔ انہوں نے قرآن شریف پر غور کیا اس لئے ان کو وہ کچھ آ گیا جو تمام
دنیا کو نہ آتا تھا کیونکہ

قرآن شریف ایک ایسا ہتھیار ہے کہ جب اس کے ساتھ دل کو صیقل کیا جائے تو ایسا
صاف ہو جاتا ہے کہ تمام دنیا کے علوم اس میں نظر آ جاتے ہیں

اور انسان پر ایک ایسا دروازہ کھل جاتا ہے کہ پھر کسی کے روکے وہ علوم جو اس کے دل پر نازل کئے
جاتے ہیں نہیں رک سکتے۔ پس ہر ایک انسان کے لئے ضروری ہے کہ وہ قرآن کو پڑھنے اور غور کرنے
کی کوشش کرے۔“

(انوار خلافت، انوار العلوم جلد 3 صفحہ 130-131)

حضرت عمرؓ کی عاجزی اور انکساری

کے بارے میں ایک روایت میں اس طرح ذکر ملتا ہے۔ جبید بن نفیر سے روایت ہے کہ ایک جماعت
نے عمر بن خطاب سے کہا اے امیر المؤمنین! اللہ کی قسم ہم نے کسی شخص کو آپ سے زیادہ انصاف کرنے
والا، زیادہ حق گو اور منافقین پر سختی کرنے والا نہیں دیکھا۔ بیشک آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے
بعد لوگوں میں سب سے بہتر ہیں۔ عوف بن مالک نے اس کہنے والے شخص کو کہا کہ اللہ کی قسم! تم نے
جھوٹ بولا ہے۔ یقیناً ہم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ان سے بہتر کو دیکھا ہے یعنی حضرت عمر
ؓ سے بہتر کو بھی دیکھا۔ تو حضرت عمرؓ نے پوچھا اے عوف! وہ کون ہے تو انہوں نے کہا ابو بکرؓ۔ حضرت عمر
ؓ نے فرمایا عوف نے سچ بولا اور اس شخص کو کہا کہ تم نے جھوٹ بولا۔ اللہ کی قسم! ابو بکرؓ مشک کی خوشبو سے

بھی زیادہ پاکیزہ ہیں اور میں اپنے گھروالوں کے اونٹوں سے بھی زیادہ بھٹکا ہوا ہوں۔

(کنز العمال مجلد السادس کتاب فضائل الصحابہ روایت نمبر ۳۵۲۲۳ دارالکتب العلمیۃ بیروت)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ”حدیثوں میں آتا ہے کہ ایک دفعہ حضرت عمرؓ اور حضرت ابو بکرؓ کی کسی بات پر تکرار ہو گئی۔ یہ تکرار بڑھ گئی۔ حضرت عمرؓ کی طبیعت تیز تھی۔ اس لئے حضرت ابو بکرؓ نے مناسب سمجھا کہ وہ اس جگہ سے چلے جائیں تاکہ جھگڑا خواہ مخواہ زیادہ نہ ہو جائے۔ حضرت ابو بکرؓ نے جانے کی کوشش کی تو حضرت عمرؓ نے آگے بڑھ کر حضرت ابو بکرؓ کا کرتہ پکڑ لیا کہ میری بات کا جواب دے کر جاؤ۔ جب حضرت ابو بکرؓ اس کو چھڑا کر جانے لگے تو آپ کا کرتہ پھٹ گیا۔ آپ وہاں سے اپنے گھر کو چلے آئے لیکن حضرت عمرؓ کو شبہ پیدا ہوا کہ حضرت ابو بکرؓ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس میری شکایت کرنے گئے ہیں۔ وہ بھی پیچھے پیچھے چل پڑے تاکہ میں بھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنا عذر پیش کر سکوں لیکن راستے میں حضرت ابو بکرؓ حضرت عمرؓ کی نظروں سے اوجھل ہو گئے۔ حضرت عمرؓ یہی سمجھے کہ آپ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں شکایت کرنے گئے ہیں وہ بھی سیدھے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جا پہنچے۔ وہاں جا کر دیکھا تو حضرت ابو بکرؓ موجود نہ تھے لیکن چونکہ ان کے دل میں ندامت پیدا ہو چکی تھی اس لئے عرض کیا یا رسول اللہ! مجھ سے غلطی ہوئی کہ میں ابو بکرؓ سے سختی سے پیش آیا۔ حضرت ابو بکرؓ کا کوئی قصور نہیں۔ میرا ہی قصور ہے۔ جب حضرت عمرؓ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضرت ابو بکرؓ کو جا کر کسی نے بتایا کہ حضرت عمرؓ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آپ کی شکایت کرنے گئے ہیں۔ حضرت ابو بکرؓ کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ مجھے بھی اپنی براءت کے لئے جانا چاہئے تاکہ یکطرفہ بات نہ ہو جائے اور میں بھی اپنا نقطہ نگاہ پیش کر سکوں۔ جب حضرت ابو بکرؓ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مجلس میں پہنچے تو حضرت عمرؓ عرض کر رہے تھے کہ یا رسول اللہ! مجھ سے غلطی ہوئی کہ میں نے حضرت ابو بکرؓ سے تکرار کی اور ان کا کرتہ مجھ سے پھٹ گیا۔ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات سنی تو غصہ کے آثار آپ کے چہرہ پر ظاہر ہوئے۔ آپ نے فرمایا۔ اے لوگو! تمہیں کیا ہو گیا ہے جب ساری دنیا میرا انکار کرتی تھی اور تم لوگ بھی میرے مخالف تھے اس وقت ابو بکرؓ ہی تھا جو مجھ پر ایمان لایا اور ہر رنگ میں اس نے میری مدد کی۔ پھر افسردگی کے ساتھ فرمایا کیا اب بھی تم مجھے اور ابو بکرؓ کو نہیں چھوڑتے؟ آپ یہ

فرما رہے تھے کہ حضرت ابوبکرؓ داخل ہوئے۔ یہ ہوتا ہے سچے عشق کا نمونہ کہ بجائے یہ عذر کرنے کے کہ یا رسول اللہ! میرا قصور نہ تھا عمرؓ کا قصور تھا۔“ حضرت ابوبکر جب داخل ہوئے اور ”آپؐ نے جب دیکھا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں خفگی پیدا ہو رہی ہے آپؐ سچے عاشق کی حیثیت سے برداشت نہ کر سکے کہ میری وجہ سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف ہو۔“ اس لئے حضرت ابوبکرؓ ”آتے ہی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے گھٹنوں کے بل بیٹھ گئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! عمر کا قصور نہیں تھا میرا قصور تھا۔“

(خطبات محمود جلد 27 صفحہ 313-314)

حضرت عمرؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے لوگوں سے

عورت کے جنین کے إسقاط کی صورت میں اس کی دیت کے بارے میں مشورہ

کیا۔ مغیرہ نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک غلام یا لونڈی کی قیمت بطور دیت ادا کرنے کا فیصلہ فرمایا تھا۔ حضرت عمرؓ نے کہا ایسا شخص لاؤ جو تمہارے ساتھ اس بات کی گواہی دے۔ پھر محمد بن مسلمہ نے گواہی دی کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا ہی فیصلہ کیا تھا۔ (صحیح البخاری کتاب الدیات باب جنین البراءة روایت نمبر ۶۹۰۵، ۶۹۰۶) یعنی کسی ظلم کی وجہ سے یا زبردستی کسی عورت کا إسقاط ہو جائے یا کروایا جائے تو پھر اس کی دیت دینی ضروری ہے اور جس نے یہ ظلم کیا ہو وہ دیت دے گا اور ایک لونڈی یا غلام آزاد کرے گا۔

حضرت ابوسعیدؓ سے مروی ہے کہ ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے عمر رضی اللہ عنہ سے ان کے پاس حاضر ہونے کی اجازت طلب کی تو انہوں نے کہا السلام علیکم۔ کیا میں اندر آ سکتا ہوں؟ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دل میں کہا ابھی تو ایک بار اجازت طلب کی ہے۔ تھوڑی دیر خاموش رہ کر پھر انہوں نے کہا السلام علیکم۔ کیا میں اندر آ سکتا ہوں؟ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دل میں کہا یعنی جو اب دل میں دیا اور پھر کہا کہ ابھی دو ہی بار اجازت طلب کی ہے۔ تھوڑی دیر مزید خاموش رہ کر انہوں نے پھر کہا السلام علیکم۔ کیا مجھے اندر داخل ہونے کی اجازت ہے؟ جب ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ تین بار اجازت طلب کر چکے تو پھر واپس ہو لیے۔ جب تین بار انہوں نے اجازت لے لی اور حضرت عمرؓ کا جواب نہیں سنا

تو واپس چلے گئے۔ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دربان سے کہا ابو موسیٰ نے کیا کیا؟ اس نے کہا کہ لوٹ گئے ہیں۔ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ انہیں بلا کر میرے پاس لاؤ۔ پھر جب وہ ان کے پاس آئے تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا یہ آپ نے کیا کیا ہے؟ انہوں نے کہا کہ میں نے سنت پر عمل کیا ہے۔ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا سنت پر؟ قسم اللہ کی تمہیں اس کے سنت ہونے پر دلیل اور ثبوت پیش کرنا ہو گا ورنہ میں تمہارے ساتھ سخت برتاؤ کروں گا۔ ابو سعید خدری کہتے ہیں کہ پھر وہ ہمارے پاس آئے۔ اس وقت ہم انصار کی ایک جماعت کے ساتھ تھے۔ ابو موسیٰ اشعری نے کہا اے انصار کی جماعت! کیا تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کو دوسرے لوگوں سے زیادہ جاننے والے نہیں ہو، کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا اَلَا سِتُّذَانَ ثَلَاثٌ؟ یعنی اجازت طلبی تین بار ہے۔ اگر تمہیں اجازت دے دی جائے تو گھر میں جاؤ اور اگر اجازت نہ دی جائے تو لوٹ جاؤ۔ یہ سن کر لوگ ان سے ہنسی مذاق کرنے لگے۔ ابو سعید خدری کہتے ہیں کہ میں نے اپنا سر ابو موسیٰ اشعری کی طرف اونچا کر کے کہا اس سلسلہ میں جو بھی سزا آپ کو ملے گی میں اس میں حصہ دار ہوں۔ انہوں نے کہا ٹھیک ہے میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ نے ٹھیک کہا ہے۔ راوی کہتے ہیں پھر وہ یعنی ابو سعید، عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آئے اور ان کو اس حدیث کی خبر دی۔ حضرت عمرؓ نے کہا کہ ٹھیک ہے مجھے اس حدیث کا علم نہیں تھا اور اب مجھے علم ہو گیا ہے۔

(سنن الترمذی کتاب الاستئذان باب ما جاء فی الاستئذان ثلاثاً۔ حدیث ۲۶۹۰)

صحیح مسلم میں روایت ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ سمیت اور لوگ بھی تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان سے اٹھ کر چلے گئے مگر آپ کو واپسی میں دیر ہو گئی اور ہم ڈرے کہ آپ ہم سے کٹ نہ جائیں اور ہم گھبرا گئے اور اٹھ کھڑے ہوئے۔ سب سے پہلے مجھے فکر پیدا ہوئی تو میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ڈھونڈنے کے لیے باہر نکل پڑا یہاں تک کہ میں انصار کے ایک باغ کے پاس آیا جو بنونجار کا تھا۔ میں نے اس کے گرد چکر لگایا کہ دروازہ ڈھونڈوں مگر میں نے دروازہ نہ پایا پھر دیکھا کہ پانی کا ایک بڑا نالہ باہر ایک کنویں سے باغ کے اندر جاتا ہے تو کہتے ہیں میں اس میں لومڑی کے سمٹنے کی طرح سمٹ کر نالے کے ذریعہ سے داخل ہوا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چلا گیا۔ آپ نے

پوچھا ابوہریرہ؟ میں نے کہا جی ہاں یا رسول اللہ! فرمایا کیا بات ہے؟ میں نے کہا آپ ہمارے درمیان تشریف فرماتھے۔ پھر آپ اٹھ کھڑے ہوئے مگر واپسی میں آپ کو دیر ہوگئی تو ہم ڈر گئے کہ آپ ہم سے کٹ نہ جائیں تو ہم گھبرا گئے۔ سب سے پہلے مجھے فکر پیدا ہوئی اور میں اس باغ کے پاس آیا اور لومڑی کی طرح سمٹ کر اس میں داخل ہوا اور وہ لوگ میرے پیچھے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اپنے جوتے دیے اور آپ نے فرمایا اے ابوہریرہ! میرے یہ دونوں جوتے لے جاؤ اور جو کوئی اس باغ کے پرے تمہیں ملے اور یہ گواہی دیتا ہو کہ

اللہ کے سوا کوئی قابلِ عبادت نہیں اور دل سے اس بات پر یقین رکھتا ہو تو

اس بات پہ اسے جنت کی بشارت دے دو۔

کہتے ہیں: میں جب گیا تو سب سے پہلے حضرت عمرؓ ملے۔ انہوں نے کہا اے ابوہریرہ! یہ جوتے کیسے ہیں؟ میں نے کہا یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جوتے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نشانی کے طور پر مجھے دیے ہیں اور ان دونوں کے ساتھ بھیجا ہے کہ میں جس سے ملوں اور وہ گواہی دیتا ہو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور دل سے اس پر یقین رکھتا ہو تو میں اسے جنت کی بشارت دوں۔ حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ اس پر حضرت عمرؓ نے غصہ میں زور سے میرے سینے پر ہاتھ مارا اور میں پشت کے بل گرا۔ انہوں نے کہا اے ابوہریرہ! واپس جاؤ۔ خیر کوئی ضرورت نہیں کسی کو کچھ کہنے کی۔ کہتے ہیں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس واپس گیا اور رونے ہی لگا تھا کہ حضرت عمرؓ بھی میرے پیچھے آ پہنچے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابوہریرہ! تمہیں کیا ہوا؟ میں نے کہا میں عمر سے ملا تھا اور ان سے جو آپ نے مجھے دے کر بھیجا تھا بیان کیا تو عمر نے مجھے سینے پر زور سے ہاتھ مارا۔ میں پشت کے بل گر گیا۔ انہوں نے کہا واپس جاؤ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عمر! تم نے ایسا کیوں کیا؟ حضرت عمرؓ نے کہا یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں۔ کیا آپ نے اپنی جوتیوں کے ساتھ ابوہریرہ کو بھیجا تھا کہ جو اسے ملے اور گواہی دیتا ہو کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور اس کا دل اس بات پر یقین رکھتا ہو تو اسے جنت کی بشارت دے دے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں۔ اس پر حضرت عمرؓ نے عرض کیا کہ ایسا نہ کیجیے کیونکہ مجھے ڈر ہے کہ لوگ پھر اسی پر بھروسہ کرنے

لگ جائیں گے۔ اس لیے بہتر یہی ہے کہ آپ ان کو عمل کرنے دیں وہ عمل کریں اور نیکیوں کا جو حکم ہے، احکامات ہیں ان پر عمل کرنے دیں تاکہ وہ حقیقی مومن بنیں۔ نہیں تو یہ صرف اسی بات پر قائم ہو جائیں گے کہ لا الہ الا اللہ کہنا ہی جنت کی بشارت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اچھا رہنے دو۔ (صحیح مسلم کتاب الایمان باب الدلیل علی ان من مات علی التوحید دخل الجنة قطعاً۔ حدیث ۱۴) ٹھیک ہے، اسی طرح کرتے ہیں۔ بڑی محتاط طبیعت تھی حضرت عمرؓ کی۔

حضرت عمرؓ سے ڈر کر شیطان بھی بھاگتا ہے

اس بارے میں بھی بعض روایات ہیں۔ صحیح بخاری میں ایک روایت ہے۔ حضرت سعد بن وقاصؓ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطابؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اندر آنے کی اجازت مانگی اور اس وقت آپ کے پاس قریش کی کچھ عورتیں بیٹھی ہوئی تھیں۔ وہ آپ سے باتیں کر رہی تھیں اور آپ سے زیادہ خرچ مانگ رہی تھیں۔ ان کی آواز آپ کی آواز سے اونچی تھی۔ جب حضرت عمر بن خطابؓ نے اندر آنے کی اجازت مانگی تو وہ اٹھ کر جلدی سے پردے میں چلی گئیں اور اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ کو آنے کی اجازت دی۔ حضرت عمرؓ آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہنس رہے تھے۔ حضرت عمرؓ نے کہا یا رسول اللہ! اللہ آپ کو ہمیشہ ہنستا رکھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان عورتوں سے متعجب ہوں جو میرے پاس تھیں۔ جب انہوں نے آپ کی آواز سنی جلدی سے پردے میں چلی گئیں۔ حضرت عمرؓ نے کہا یا رسول اللہ! حالانکہ آپ زیادہ لائق ہیں کہ آپ سے ڈریں۔ پھر حضرت عمرؓ نے عورتوں کو مخاطب کیا اونچی آواز میں اور کہنے لگے: اے اپنی جانوں کی دشمنو! کیا تم مجھ سے ڈرتی ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں ڈرتیں۔ وہ بولیں ہاں آپ تو بڑے سخت مزاج اور سخت دل ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسے نہیں ہیں۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خطاب کے بیٹے سنو۔ اسی ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ شیطان جب کبھی بھی تمہارے راستے پر چلتے ہوئے ملا ہے تو ضرور ہی اس نے اپنا وہ راستہ چھوڑ کر دوسرا راستہ لیا ہے۔

(صحیح بخاری کتاب فضائل اصحاب النبیؐ باب فضائل حضرت عمرؓ حدیث 3683)

حضرت عائشہؓ بیان فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے کہ ہم

نے شور سنا اور بچوں کی آوازیں بھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو گئے۔ وہاں حبشہ کی ایک عورت تھی جو ناچ کر کرتب دکھا رہی تھی اور بچے اس کے ارد گرد جمع تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عائشہ آ جاؤ اور دیکھ لو۔ میں آئی اور اپنی ٹھوڑی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کندھے پر رکھ کر دیکھنے لگی۔ میری ٹھوڑی آپ کے سر اور کندھے کے درمیان تھی۔ پھر آپ مجھ سے فرمانے لگے کیا تم سیر نہیں ہوئی؟ میں نے کہا ابھی نہیں تا کہ میں دیکھوں کہ آپ کو میری کتنی قدر ہے۔ جب حضرت عمرؓ آئے تو لوگ اس عورت کے پاس سے بھاگ گئے۔ حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

میں دیکھتا ہوں کہ جن و انس کے شیطان عمر سے بھاگتے ہیں۔

حضرت عائشہؓ کہتی ہیں پھر میں وہاں سے لوٹ آئی۔

(سنن الترمذی کتاب المناقب باب قوله ان الشيطان ليخاف منك يا عمر حديث ۳۶۹۱)

حضرت بریدہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی غزوہ کے لیے نکلے۔ جب آپ واپس تشریف لائے تو ایک سیاہ فام لونڈی نے آ کر عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے منت مانی تھی کہ اگر اللہ تعالیٰ آپ کو سلامتی سے واپس لے آیا تو میں آپ کے سامنے دف بجا کر گانا گاؤں گی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تم نے نذر مانی ہے تو بجا لو ورنہ نہیں۔ چنانچہ وہ دف بجانے لگی اور حضرت ابو بکرؓ تشریف لائے۔ وہ دف بجاتی رہی۔ پھر حضرت علیؓ آئے تو وہ دف بجاتی رہی۔ پھر حضرت عثمانؓ آئے تو پھر بھی دف بجاتی رہی۔ پھر حضرت عمرؓ تشریف لائے تو اس نے دف اپنے نیچے رکھ لی اور اس کے اوپر بیٹھ گئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے عمر! شیطان بھی تجھ سے ڈرتا ہے۔ میں بیٹھا تھا تو یہ دف بجاتی رہی۔ پھر ابو بکرؓ آئے یہ دف بجاتی رہی۔ پھر علیؓ آئے تو بھی بجاتی رہی۔ پھر عثمانؓ آئے تو یہ بجاتی رہی مگر اے عمر! جب تم آئے ہو تو اس نے دف رکھ دی ہے۔

(سنن الترمذی کتاب المناقب باب قوله ان الشيطان ليخاف منك يا عمر حديث ۳۶۹۰)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ ”نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ کو کہا تھا کہ اگر شیطان تجھ کو کسی راہ میں پاوے تو دوسری راہ اختیار کرے اور تجھ سے ڈرے اور اس دلیل

سے ثابت ہوتا ہے کہ شیطان حضرت عمرؓ سے ایک نامرد ذلیل کی طرح بھاگتا ہے۔“
(نور الحق حصہ اول، روحانی خزائن جلد 8 صفحہ 143)

حضرت عمرؓ کی زبان اور دل پر حق اور سکینت

کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ فرمایا۔ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ نے حق کو عمر کی زبان اور دل پر جاری کر دیا۔
(سنن ترمذی کتاب المناقب باب ان اللہ جعل الحق علی لسان عمر وقلبه حدیث: ۳۶۸۲)

حضرت ابن عباسؓ اپنے بھائی فضل سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ عمر بن خطاب میرے ساتھ ہوتا ہے جہاں میں پسند کرتا ہوں اور میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں جہاں وہ پسند کرتا ہے اور میرے بعد عمر بن خطاب جہاں ہو گا حق اس کے ساتھ رہے گا۔
(سیرت عمر بن خطاب از ابن الجوزی صفحہ ۲۱ الطبعة البصیة الاذھر)

حضرت علیؓ بیان کرتے ہیں کہ ہم آپس میں گفتگو کیا کرتے تھے کہ

سکینت حضرت عمرؓ کی زبان اور دل پر جاری ہوتی ہے۔

(کنز العمال مجلد السادس جزء ۱۲۔ کتاب الفضائل۔ فضائل عمر۔ روایت ۳۵۸۶۰۔ دار الکتب العلمیة ۲۰۰۴ء)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ”رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ایک بیوی سے کہا کہ میرا سامان سفر باندھنا شروع کرو۔ انہوں نے رخت سفر باندھنا شروع کیا اور حضرت عائشہؓ سے کہا میرے لئے سنتو وغیرہ یاد آنے وغیرہ بھون کر تیار کرو۔ اسی قسم کی غذائیں ان دنوں میں ہوتی تھیں۔ چنانچہ انہوں نے مٹی وغیرہ پھٹک کے دانوں سے نکالنی شروع کی۔ حضرت ابو بکرؓ گھر میں بیٹی کے پاس آئے اور انہوں نے یہ تیاری دیکھی تو پوچھا عائشہؓ! یہ کیا ہو رہا ہے؟ کیا رسول اللہؐ کے کسی سفر کی تیاری ہے؟ کہنے لگیں سفر کی تیاری ہی معلوم ہوتی ہے۔ آپ نے سفر کی تیاری کے لئے کہا ہے۔ کہنے لگے کوئی لڑائی کا ارادہ ہے؟ انہوں نے کہا کچھ پتہ نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میرا سامان سفر تیار کرو اور ہم ایسا کر رہے ہیں۔ دو تین دن کے بعد آپ نے حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کو بلایا اور کہا دیکھو! تمہیں پتہ ہے خزاعہ کے آدمی اس طرح آئے تھے اور پھر بتایا کہ یہ واقعہ ہوا ہے اور مجھے خدا نے اس واقعہ کی پہلے سے خبر دے دی تھی کہ انہوں نے غداری کی ہے۔“

یعنی مکہ والوں نے غداری کی ہے ”اور ہم نے ان سے معاہدہ کیا ہوا ہے۔ اب یہ ایمان کے خلاف ہے کہ ہم ڈر جائیں اور مکہ والوں کی بہادری اور طاقت دیکھ کر ان کے مقابلہ کے لئے تیار نہ ہو جائیں تو ہم نے وہاں جانا ہے۔ تمہاری کیا رائے ہے؟ حضرت ابو بکرؓ نے کہا یا رسول اللہ! آپ نے تو ان سے معاہدہ کیا ہوا ہے اور پھر وہ آپ کی اپنی قوم ہے۔ مطلب یہ تھا کہ آپ اپنی قوم کو ماریں گے؟“ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ”فرمایا ہم اپنی قوم کو نہیں ماریں گے۔ معاہدہ شکنوں کو ماریں گے۔ پھر حضرت عمرؓ سے پوچھا تو انہوں نے کہا بسم اللہ! میں تو روز دعائیں کرتا تھا کہ یہ دن نصیب ہو اور ہم رسول اللہ کی حفاظت میں کفار سے لڑیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابو بکرؓ بڑا نرم طبیعت کا ہے مگر قول صادق عمرؓ کی زبان سے زیادہ جاری ہوتا ہے۔

فرمایا کرو تیار۔ پھر آپ نے اردگرد کے قبائل کو اعلان بھجوایا کہ ہر شخص جو اللہ اور رسول پر ایمان رکھتا ہے وہ رمضان کے ابتدائی دنوں میں مدینہ میں جمع ہو جائے۔ چنانچہ لشکر جمع ہونے شروع ہوئے اور کئی ہزار آدمیوں کا لشکر تیار ہو گیا اور آپ لڑنے کے لئے تشریف لے گئے۔“
(سیر روحانی (7)، انوار العلوم جلد 24 - صفحہ 260-261)

حضرت ابو بکرؓ اور عمرؓ کی فضیلت

کے بارے میں ایک روایت ہے حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ علیین والوں میں سے کوئی شخص جنت والوں پر جھانکے گا تو اس کے چہرہ کی وجہ سے جنت جگمگا اٹھے گی۔ گویا ایک چمکتا ہوا ستارہ ہے اور حضرت ابو بکرؓ اور عمرؓ بھی ان میں سے ہیں اور وہ دونوں کیا ہی خوب ہیں۔

(سنن ابوداؤد کتاب الحروف والقراءات حدیث ۳۹۸۷)

ابوعثمان سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرو بن عاصؓ کو ذات السلاسل کی فوج پر افسر مقرر کر کے بھیجا۔ اس زمانے کا جو سفر کا طریقہ ہوتا تھا اس کے مطابق یہ مدینہ سے کوئی ایک دن کے سفر پہ واقع جگہ ہے۔ اور وادی القرئی سے آگے قبیلہ جذام کے علاقے میں ایک کنویں کا نام ہے۔ حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ جب میں آپ کے پاس واپس آیا تو میں نے آپ سے پوچھا: لوگوں

میں سے آپ کو کون زیادہ پیارا ہے؟ آپ نے فرمایا عائشہ۔ میں نے کہا مردوں میں سے کون زیادہ پیارا ہے، آپ نے فرمایا اس عائشہ کا باپ۔ میں نے کہا پھر کون؟ آپ نے فرمایا عمر۔ پھر آپ نے کئی مردوں کا نام لیا۔

(صحیح البخاری کتاب المغازی باب غزوة السلاسل... حدیث ۲۳۵۸)
(فرہنگ سیرت صفحہ 152 زوار اکیڈمی کراچی 2003ء)

حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مہاجرین و انصار میں سے اپنے صحابہ کے پاس نکل کر آتے اور وہ بیٹھے ہوتے۔ ان میں ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما بھی ہوتے تو ان میں سے کوئی اپنی نگاہ آپ کی طرف نہیں اٹھاتا تھا سوائے ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما کے۔ یہ دونوں آپ کو دیکھتے اور مسکراتے اور آپ ان دونوں کو دیکھتے اور مسکراتے۔

(سنن الترمذی کتاب المناقب باب فی مالاہی بکم، و عمر عند النبی ﷺ... حدیث ۳۶۶۸)

حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن نکلے اور آپ اور حضرت ابو بکرؓ اور عمرؓ مسجد میں داخل ہوئے ان میں سے ایک آپ کے دائیں جانب تھے اور دوسرے بائیں جانب اور آپ ان دونوں کا ہاتھ پکڑے ہوئے تھے۔ آپ نے فرمایا: اسی طرح ہم قیامت کے دن اٹھائے جائیں گے۔

(سنن الترمذی کتاب المناقب باب قولہ لابی بکم، و عمر: ہکذا نبعث یوم القیامۃ حدیث ۳۶۶۹)

عبداللہ بن حنطبؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھ کر فرمایا: یہ دونوں کان اور آنکھ ہیں۔

(سنن الترمذی کتاب المناقب باب قولہ فیہما ہذان السمع والبصر حدیث ۳۶۷۱)

حضرت جابر بن عبد اللہؓ سے مروی ہے کہ حضرت عمرؓ نے حضرت ابو بکرؓ سے کہا: اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے بہتر انسان! اس پر حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا سنو! اگر تم ایسا کہہ رہے ہو تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کسی آدمی پر سورج طلوع نہیں ہوا جو عمر سے بہتر ہو۔

(سنن الترمذی کتاب المناقب باب قول عمر لابی بکم یا خیر الناس بعد رسول اللہ ﷺ۔ حدیث ۳۶۸۲)

حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں وہ پہلا شخص ہوں گا

جس سے زمین شق ہوگی۔ پھر ابو بکر۔ پھر عمر رضی اللہ عنہما۔ پھر میں بقیع والوں کے پاس آؤں گا تو وہ میرے ساتھ اٹھائے جائیں گے۔ پھر میں مکہ والوں کا انتظار کروں گا یہاں تک کہ حرمین کے درمیان اٹھایا جاؤں گا۔

(سنن الترمذی کتاب المناقب باب انا اول من تنشق عنه الارض ثم ابوبکر ثم عمر حدیث ۳۶۹۲)

حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے پاس جنت والوں میں سے ایک شخص آ رہا ہے تو حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئے۔ پھر آپ نے فرمایا: تمہارے پاس جنت والوں میں سے ایک شخص آ رہا ہے تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئے۔

(سنن الترمذی کتاب المناقب باب اخبارہ عن اطلاع رجل من اهل الجنة فاطلع عمر حدیث ۳۶۹۳)

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر اور حضرت عمرؓ کے بارے میں فرمایا۔ یہ دونوں جنت کے اولین اور آخرین کے تمام بڑی عمر کے لوگوں کے سردار ہیں سوائے انبیاء اور مرسلین کے۔

(سنن الترمذی کتاب المناقب باب اقتدوا بالذین من بعدی حدیث ۳۶۹۴)

حضرت حذیفہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے بعد ان دونوں ابو بکر اور عمر کی پیروی کرنا۔

(سنن الترمذی کتاب المناقب باب اقتدوا بالذین من بعدی حدیث ۳۶۹۵)

حضرت ابوسعید خدریؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر نبی کے آسمان والوں میں سے دو وزیر ہوتے ہیں اور زمین والوں میں سے بھی دو وزیر ہوتے ہیں۔ آسمان والوں میں سے میرے دو وزیر جبرئیل اور میکائیل ہیں اور زمین والوں میں سے میرے دو وزیر ابو بکر اور عمر ہیں۔

(سنن الترمذی کتاب المناقب باب فاما وزیرای فی الارض... حدیث ۳۶۸۰)

حضرت حذیفہؓ سے مروی ہے کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نہیں جانتا کہ میں کب تک تمہارے درمیان رہوں گا۔ پس تم لوگ ان دونوں کی پیروی کرو جو میرے بعد ہوں گے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کی طرف اشارہ کیا۔

(سنن الترمذی کتاب المناقب باب فی مناقب ابی بکر و عمر کلّیہما، حدیث ۳۶۶۳)

حضرت ابو بکرؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روز فرمایا: تم میں سے کس نے خواب دیکھی ہے۔ ایک شخص نے عرض کیا کہ میں نے دیکھا گویا کہ ایک میزان ہے۔ آسمان سے اتر ہے اور آپ کو اور حضرت ابو بکرؓ کو تولا گیا تو آپ حضرت ابو بکرؓ سے بھاری ہوئے۔ پھر حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کو تولا گیا تو حضرت ابو بکرؓ بھاری ہوئے۔ پھر حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کو تولا گیا تو حضرت عمرؓ بھاری ہوئے۔ اس کے بعد میزان ترازو اٹھالی گئی۔ راوی کہتے ہیں کہ ہم نے آپ کے چہرے پر ناپسندیدگی کے آثار دیکھے۔

ایک اور روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب کے سننے کے بعد فرمایا: یہ نبوت کی خلافت ہے۔ اس کے بعد اللہ جسے چاہے گا بادشاہت عطا فرمائے گا۔

(سنن ابوداؤد کتاب السنۃ باب فی الخلفاء حدیث ۴۶۳۲-۴۶۳۵)

(عون المعبود ش ۳ سنن ابی داؤد جزء ۱۲ صفحہ ۳۸۷، ۳۸۸ کتاب السنۃ باب فی الخلفاء مطبوعہ المکتبۃ السلفیہ مدینہ ۱۹۶۹ء)

عَبْدُ خَيْرٍ بیان کرتے ہیں کہ حضرت علیؓ منبر پر کھڑے ہوئے اور کہنے لگے کہ اے لوگو! کیا میں تمہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس امت کے سب سے بہترین انسان کے بارے میں نہ بتاؤں۔ لوگوں نے کہا کیوں نہیں۔ حضرت علیؓ نے کہا ابو بکرؓ ہیں۔ پھر آپ تھوڑی دیر خاموش رہے اور پھر کہنے لگے اے لوگو! کیا میں تمہیں حضرت ابو بکرؓ کے بعد اس امت کے سب سے بہترین انسان کے بارے میں بتاؤں وہ عمرؓ ہیں۔

(حلیۃ الاولیاء از امام اصفہانی جلد ۱ صفحہ ۲۰۵ حدیث ۱۰۳۲۳ مکتبہ ایسان منصورہ ۲۰۰۷ء)

ابو جَحِيفَه کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علیؓ سے سنا کہ اس امت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے بہترین ابو بکرؓ ہیں۔ پھر عمرؓ ہیں۔

(حلیۃ الاولیاء از امام اصفہانی جلد ۱ صفحہ ۲۰۵ حدیث ۱۰۳۲۵ مکتبہ ایسان منصورہ ۲۰۰۷ء)

یہ ذکر ابھی چل رہا ہے۔ آئندہ بھی ان شاء اللہ یہ بیان ہوگا۔ کچھ دیر حضرت عمرؓ کا یہ ذکر چلے گا۔ اس وقت میں نماز کے بعد

کچھ جنازے

پڑھاؤں گا جن کا ذکر یہاں کر دیتا ہوں۔

مکرم کامران احمد صاحب شہید

ابن نصیر احمد صاحب آف پشاور کا ہے۔ 9 نومبر کو مخالفین نے ان کے آفس میں فائرنگ کر کے انہیں شہید کر دیا۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُونَ۔ شہید کی عمر چوالیس (44) سال تھی۔ پشاور میں ایک احمدی مکرم شفیق الرحمن صاحب کی فیکٹری میں بطور اکاؤنٹنٹ کام کر رہے تھے۔ ایک مسلح شخص دفتر میں آیا اور آ کے فائرنگ کر دی۔ انہیں چار گولیاں لگیں اور موقع پر شہید ہو گئے۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُونَ۔ وقوعہ کے بعد قاتل فرار ہو گیا۔

شہید مرحوم کے خاندان میں احمدیت کا نفوذ ان کے والد مکرم نصیر احمد صاحب کے نانا حضرت نبی بخش صاحب ابن فتح دین صاحب آف بھینی بانگلہ نزد قادیان کے ذریعہ سے ہوا تھا جنہوں نے 1902ء میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے دست مبارک پر بیعت کر کے احمدیت میں شمولیت اختیار کی تھی۔ شہید مرحوم نے کچھ عرصہ قبل ایک دکان لے کر اپنے بھائی کے ساتھ ایک آفس بنایا تھا۔ مالک دکان نے محض احمدی ہونے کی بنا پر ایک دن کے نوٹس پر دکان خالی کروالی اور اس کے بعد چوک کا نام ختم نبوت چوک رکھ دیا گیا۔ قریبی ایک دکان لینے پر مخالفین نے جلوس نکال کر وہ دکان بھی خالی کروالی۔ ان کے گھر کے قریب اکتوبر میں بڑا جلسہ کیا گیا اور جماعت کے خلاف شدید اشتعال انگیز تقاریر کی گئیں۔ یہ کہتے ہیں کہ اس علاقے میں اتنا بڑا جلسہ ہم نے پہلے کبھی نہیں دیکھا۔ اس علاقے میں شدید نفرت کی فضا قائم ہو گئی۔ شہید مرحوم عرصہ کئی سال سے ایک پرائیویٹ ادارے کے اکاؤنٹس کے معاملات کو بھی دیکھتے تھے۔ مخالفت کی وجہ سے انہوں نے وہاں سے معذرت کر دی تو ان لوگوں نے کہا کہ آپ کا کردار اور دیانت ایسی ہے کہ ہم آپ کو نہیں چھوڑ سکتے چاہے چند منٹ کے لیے ہمارے پاس آجایا کریں اور جب ان کی شہادت کی خبر پہنچی تو وہ لوگ بڑے تکلیف میں تھے۔ شہید مرحوم بے شمار خوبیوں کے مالک تھے۔ ان کے والد کہتے ہیں کہ رات کو دیر سے گھر آنے پر ایک دن میں نے ان سے پوچھا کہ بڑی دیر سے گھر آئے ہو۔ کیا وجہ ہے؟ تو کہنے لگے فلاں جو مخالف احمدیت ہے بلکہ معاند ہے، اس مخالف کی فیملی میں کسی عورت کو خون کی ضرورت تھی اس کو خون دے کے آیا ہوں اور خون اس لیے

دیا ہے کہ یہ لوگ مالی لحاظ سے کمزور ہیں اور مجبور ہیں اور ان کا اپنا کردار ہے اور ہمارا اپنا کردار ہے۔ ہمیشہ خدمت میں پیش پیش رہتے۔ جماعتی خدمت اور ڈیوٹیوں میں سب سے پہلے حاضر ہوتے اور ہمیشہ حساس مقام پر خود کھڑے ہوتے۔ پھر ہجرت کرنے کے لیے جب ان کو مشورہ دیا جاتا تو کہتے اگر ہم لوگ یہاں سے چلے گئے تو کمزور احمدیوں کے مسائل اور بڑھ جائیں گے۔ چندہ جات کی ادائیگی میں ان کی بڑی نمایاں حیثیت تھی۔ چندہ جات کی تحریک کے وقت ہمیشہ اولین وقت میں ادائیگی کیا کرتے تھے۔ بارہ تیرہ سال کی عمر میں ایک دفعہ مباہلہ پمفلٹ تقسیم کرنے کی وجہ سے ان کو پولیس نے پکڑ کر حوالات میں بھی بند کر لیا۔ اگلے روز ان کی رہائی ہوئی۔ کہتے ہیں واقعہ شہادت سے دو دن پہلے انہوں نے خواب دیکھی تھی کہ ایک بزرگ خاتون ان کے گھر کی صفائی کر رہی ہیں اور کہہ رہی ہیں کہ خلیفہ رابع نے آنا ہے تو کہتے ہیں کہ تھوڑی دیر کے بعد حضور رحمہ اللہ تشریف لائے اور شہید مرحوم کا ہاتھ پکڑ لیا اور بڑے پیار سے کہا کہ ہم اکٹھے رہیں گے اور تم نے میرے ساتھ ہی رہنا ہے۔ بفضلہ تعالیٰ وصیت کے نظام میں شامل تھے۔ نرم مزاج، علاقے کی ہر دعویٰ شخصیت تھے۔ شریف النفس، غریبوں کے ہمدرد، خلافت سے بے پناہ عشق رکھنے والے۔ پسماندگان میں ان کے والد نصیر احمد صاحب اور والدہ ہیں اور اہلیہ ہیں اور تیرہ سال، گیارہ سال اور آٹھ سال کے تین بچے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان بچوں کا بھی حافظ و ناصر ہو اور سب کو حوصلہ اور صبر عطا فرمائے اور ان سے بھی مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔ درجات بلند کرے۔ ان کی والدہ بھی بیمار ہیں۔ ان کے لیے بھی دعا کریں۔ کینسر کی مریضہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ فضل فرمائے۔

دوسرا ذکر

ڈاکٹر مرزا نبیر احمد اور ان کی اہلیہ عائشہ عنبر سید

کا ہے۔ امریکہ میں ملواکی (Milwaukee) میں ایک حادثے میں ان دونوں کی وفات ہو گئی۔ ڈاکٹر مرزا نبیر احمد کی عمر پینتیس (35) سال تھی۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاٰجِعُوْنَ۔ مرحوم کے پڑدادا حضرت ڈپٹی میاں محمد شریف صاحب تھے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی تھے۔ اور مرحوم کی دادی ماسٹر عبدالرحمن صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیٹی تھیں۔ ان کے پڑنانا بھی صحابی تھے۔ ان کے خاندان میں

کافی صحابہ ہیں۔ 2012ء میں یہ امریکہ منتقل ہوئے۔ سترہ سال کی عمر میں ان کو نظام وصیت میں شامل ہونے کی توفیق ملی۔ قائد مجلس خدام الاحمدیہ کی خدمت کی توفیق پارہے تھے۔ کہتے ہیں کہ مرحوم ملوہا کی مسجد کے لیے ایک نئی عمارت خریدنے کے لیے مقامی جماعت کے سب سے زیادہ عطیہ پیش کرنے والے احباب میں شامل تھے۔ پسماندگان میں ان کے والد مرزا نصیر احمد صاحب ہیں جو اس وقت سیکرٹری امور عامہ اسلام آباد ہیں۔ والدہ لجنہ اسلام آباد کی ریجنل صدر ہیں۔ بہن ہیں نادیہ اور دو بھائی ہیں۔ اور ان کی اہلیہ عائشہ عنبر جو ان کے ساتھ تھیں جن کی وفات ہوئی وہ سید سجاد احمد شاہ صاحب جاپان کی بیٹی تھیں اور جاپان میں آجکل ہمارے مربی سلسلہ سید ابراہیم کی ہمیشہ رہیں۔ ان کے خاندان میں احمدیت سید عبدالرحیم شاہ صاحب آف پھلگہ کے ذریعہ سے آئی تھی۔ 1930ء میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ پر انہوں نے بیعت کی تھی اور جیسا کہ میں نے بتایا کہ عائشہ عنبر کی وفات بھی اپنے خاوند کے ساتھ ہی ایکسڈنٹ میں دو دن کے بعد ہوئی۔ مرحومہ ایم ٹی اے انٹرنیشنل کی ایک فعال ٹیم ممبر تھیں اور میرے خطبات جو تھے ان کا جاپانی میں لائیو ترجمہ بھی کیا کرتی تھیں اور جاپانی زبان میں subtitling بھی کیا کرتی تھیں۔ ان کے لواحقین میں ان کے والد سید سجاد احمد ہیں، والدہ سیدہ درشمین سید ہیں۔ تین بھائی اور ایک بہن ہیں۔ ان کے بھائی ابراہیم صاحب جو جاپان میں مربی سلسلہ ہیں وہ کہتے ہیں بہت سارے جماعتی کاموں میں میری مدد کرتی تھیں۔ ”لیکچر لاہور“ اور ”ہمارا خدا“ کے جاپانی ترجمہ میں میری مدد کرتی رہیں اور ایسا ترجمہ کرتی تھیں کہ میں ہمیشہ حیران ہوتا تھا کہ باوجود فارمیسی پڑھنے کے اتنا اچھا ترجمہ کیسے کر لیتی ہیں۔ ان کی بڑی بہن فاطمہ ہیں وہ کہتی ہیں کہ ان کی ایک ڈائری تھی جو اتفاق سے میرے پاس آگئی اور ہر صفحہ دو عنوانات پر مشتمل ہوتا تھا۔ ایک پہ لکھا ہوا تھا میری دنیاوی زندگی اور ایک پہ لکھا ہوا تھا میری روحانی زندگی اور دنیاوی صفحے روزمرہ کی زندگی کے کاموں اور دنیاوی مقاصد کے لئے مختص تھے اور روحانی صفحہ روحانی مقاصد کے لیے اور جماعت کے نوٹس اور دینی علم کے لیے وقف تھا۔ ہر صفحہ بہت خوبصورتی اور سوچ سمجھ کر لکھا ہوتا تھا۔ خلیفہ وقت کے ہر ہر لفظ کو غور سے سننا اور اس پر عمل کرنا اور اپنے بہن بھائیوں کو بھی اس کی تلقین کرنا ان کا خاص طریقہ تھا۔ جاپانی سہیلیوں کو بھی اسلام کی پر حکمت تعلیم سے آگاہ کیا کرتی تھیں۔ اللہ تعالیٰ دونوں مرحومین سے

مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔ درجات بلند کرے۔

اگلا ذکر

چودھری نصیر احمد صاحب

کا ہے جو کراچی میں اس وقت کلفٹن جماعت کے سیکرٹری مال تھے۔ چودھری نذیر احمد صاحب ربوہ کے یہ بیٹے تھے۔ انہتر سال کی عمر میں ان کی وفات ہو گئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ وفات کے وقت یہ اپنی اہلیہ اور برادر نسبتی کو نماز فجر کی امامت کروا رہے تھے تو دوسری رکعت میں سجدے کے دوران اچانک حرکت قلب بند ہو جانے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے موصی تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے نماز کی حالت میں موت کو ایک قابل رشک موت قرار دیا ہے۔ (ازالہ اوہام، روحانی خزائن جلد سوم صفحہ 542)

چودھری نذیر احمد صاحب جو ان کے والد تھے ان کو بھی ریٹائرمنٹ کے بعد پچیس سال جماعت کی خدمت کی توفیق ملی۔ نائب ناظر زراعت اور وکیل الزراعت رہے۔ ان کے چھوٹے بھائی ہیں چودھری نعیم احمد صاحب وہ انجمن کے اس وقت افسر خزانہ ہیں۔ پسماندگان میں ان کی اہلیہ ہیں نصرت نصیر صاحبہ۔ ان کی اولاد نہیں تھی۔ 1972ء میں کراچی شفٹ ہوئے۔ وہیں ان کا کاروبار تھا۔ وہاں مختلف حیثیتوں سے جماعت کی خدمت کی توفیق ملی اور غیر معمولی خدمت کی انہوں نے توفیق پائی۔ اللہ تعالیٰ ان سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔

اگلا ذکر

سردار اے بی بی صاحبہ اہلیہ چودھری نبی بخش صاحب

دارالرحمت غربی ربوہ کا ہے جن کی گذشتہ دنوں وفات ہوئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ ان کا تعلق پٹھانکوٹ ضلع گورداسپور سے تھا۔ پھر یہ ہجرت کر کے پاکستان آ گئے۔ پہلے سیالکوٹ پھر سندھ۔ والدین اور سارا خاندان شیعہ مسلک سے تعلق رکھتا ہے۔ 1949ء میں جب اپنے خاندان کے ساتھ آپ نے احمدیت قبول کی تو والدین نے کہا کہ تمہارا خاوند کافر ہو گیا ہے اس لئے تم واپس آ جاؤ۔ خاندان کے ساتھ نہیں اپنے خاوند کے ساتھ احمدیت قبول کی تھی۔ باقی خاندان نے بیعت نہیں کی۔ انہوں نے

کہا خاوند کافر ہو گیا ہے اس لیے تم اس کو چھوڑ دو۔ اس پر انہوں نے اپنے گھر والوں کو، خاندان کو جواب دیا کہ اب تو میں صحیح مسلمان ہوئی ہوں۔ آپ کے پاس تو صرف فجر کی نماز پڑھتی تھی اور اب میں نہ صرف پانچ وقت کی نمازیں بلکہ تہجد کی نماز بھی باقاعدگی سے پڑھتی ہوں اس لئے واپس نہیں آؤں گی۔ چودہ سال کے بعد اپنے والدین کو ملنے گئیں تو اس وقت بھی وہ بڑی سردمہری سے ملے اور اس کے باوجود ان کے دل نرم نہیں ہوئے اور کبھی وہ ان کو ملنے نہیں آئے۔ جماعت سے سچا پیار کرتی تھیں خلافت سے فدائیت کا تعلق تھا۔ غریب پرور، نیک اور مخلص خاتون تھیں۔ مرحومہ موصیہ تھیں۔

پسماندگان میں تین بیٹے اور چار بیٹیاں شامل ہیں۔ ان کے بڑے بیٹے ڈاکٹر عبدالرحیم صاحب کو نصرت جہاں کے تحت پانچ سال سیرالیون میں خدمت کی توفیق ملی۔ چھوٹے بیٹے عبدالخالق نیر صاحب مربی سلسلہ ہیں آج کل کیمرون میں خدمت کی توفیق پارہے ہیں۔ وہاں مشنری انچارج بھی ہیں۔ امیر بھی ہیں جو میدان عمل میں اس وقت مصروف ہیں اور اس وجہ سے والدہ کے جنازہ میں بھی شامل نہیں ہو سکے۔

اللہ تعالیٰ ان سب کو صبر اور حوصلہ بھی عطا فرمائے۔ مرحومہ کے درجات بلند فرمائے۔

(الفضل انٹرنیشنل 03 دسمبر 2021ء صفحہ 10 تا 5)